قوم کا امام قوم کو پکارتا ہے

سادہ زندگی ۔ قربانی ۔ ایثار و اخوت کے مطالبات

کون ہے جو پیچھے رہے؟

قوموں کی زندگی کا راز اپنے امام کی اطاعت اور فرمانبرداری میں ہے ۔ جب کسی قوم کو خدا تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت انبیاء یا ان کے خلفاء نے کوئی حکم دیا اور قوم نے اس کی اطاعت کی تو اس کا قدم آگے ہی آگے بڑھا ۔ اور کامیابی اور فتح و ظفر نے اس قوم کے پاؤں چوم لئے ۔ لیکن قوم ایسے موقعہ پر ذرا بھی لغزش کھا گئی تو اس کو مدتوں بھگتنا پڑا

اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون

کہنے والے ارض مقدس کا منہ نہ دیکھ سکے

اور چالیس سال جنگلوں میں بھٹکتے رہے ۔ صحابہ نے آنحضرت کی مقرر کردہ جگہ کو ایک جنگ میں فتح کی خوشی میں چھوڑ کر وہ نقصان اٹھایا کہ فتح شکست سے اور کامیابی نقصان میں تبدیل ہو گئی ۔ انبیاء اور ان کی جماعتوں کی اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں ۔ پس سابقہ تجربوں کی بناء پر ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جب امام اپنی قوم کو کسی قربانی کے لئے بلائے ۔ اس کی آواز پر لبیک کہنا قوم کے قدم کو بہت آگے لے جاتا ہے ہماری قوم اب پورے رنگ میں قوم کہلانے کی مستحق ہے ۔ کیونکہ اس جماعت کا دماغی نشو و نما ۔ اور ذہنی ارتقاء مکمل ہو چکا ہے ۔ اس قوم نے خدا کے ہزارہا چمکدار نشان دیکھے ہیں ۔ یہ قوم جانتی ہے کہ دشمنوں کے پیدا کردہ سینکڑوں زلزلے اور مخالفتوں کی آندھیاں اور طوفان کی طرح مخفی اور ظاہری سیلاب ہمارے خلاف اٹھے ۔ لیکن خدا کا ہاتھ ان سب کو تھامے رہا ۔ اور وہ ہماری گرد کو بھی نہ پہنچ سکے ۔ اس زمانہ کے جادوگر جو اپنی تحریری اور تقریری منتروں کے ساتھ ۔ لوگوں کے قلوب پر کمند پھینکنے نکلے ۔ وہ خائب و خاسر رہ گئے ۔

مگر اس زمانہ کے موسیٰ نے اپنے براہین نیرہ سے قوم پر سے اس سحر سامری کو دور کر دیا ۔ اور وہ قوم کو ان سینکڑوں فرعونوں کے پنجے سے نکال کر ارض مقدس میں لے آیا ۔ جو نعیم کی حکومت و شوکت کے کبر و غرور کے دیوتا کے پوجاری بنے ہوئے تھے ۔ اس نے ہمارے لئے اس سنگلاخ زمین میں جس میں کہا جاتا تھا کہ نور و ہدایت کا چشمہ ابل نہیں سکتا بڑے بڑے عظیم الشان چشمے پھوڑ دیئے ۔ اور قوم ان سب سے سیراب ہوئی ۔ جب کبھی مخالفین کی آندھیاں اور بگولے اٹھے اور قوم کے رزقوں پر بھی ہاتھ صاف کیا جانے لگا ۔ اسوقت خدا نے اسی زمانہ کے نبی کو ایک چمکتا ہوا نشان دیا ۔ اور کہا کہ

”تیرے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے“

پس خدا نے ان لوگوں کو جو قادیان کی

وادی غیر ذی زرع

میں آ بیٹھے تھے ۔ جہاں نہ کوئی منڈی تھی نہ کارخانہ نہ سرکاری محکمہ تھا نہ ملازمتوں کی صورتیں نہ تجارتیں ۔ نہ آمدنی کی صورت ۔ نہ نقل و حرکت کے وسائل ۔ ان سب کو اپنے فضل سے رزق کریم دیا اور دشمنوں کی ہنسی سے بچا لیا ۔

پس جو قوم ان تمام نظاروں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہو ۔ پھر ایمان کے اس مقام پر کھڑی ہو کہ اسے کبھی جنبش نہ آتی ہو ۔ وہ قوم صحیح معنوں میں قوم کہلانے کی حقدار ہے

پس اس قوم سے جو زندہ قوم ہے ۔ جو زندہ خدا کی پرستار ۔ زندہ نبی کے ماننے والی اور زندہ امام کا ساتھ دینے والی جماعت ہے اس جماعت کو اس کا

امام پکارتا ہے

وہ اپنی دوربین آنکھ سے دیکھ رہا ہے کہ سمندر میں طوفان آئے گا ۔ بڑی بڑی موجیں اٹھیں گی ۔ اور وہ کشتی الٹنے کا قصد کریں گی ۔ اسلئے

اس کشتی کا محافظ و ربان

خطرہ کا الارم دے رہا ہے ۔ پھر کون نادان ہوگا جو ان تمام نشانوں کو ۔ اور تمام ادوار حیات کو دیکھ کر اس آواز پر لبیک نہ کہے گا ۔

یہ پکار عین وقت پر ہے ۔ اسوقت کی آواز پر کھڑے ہونا مبارک منزل کو ہمارے بالکل قریب کر دے گا ۔ اور ذرا سی غفلت کہیں سے کہیں لے جائے گی ضرورت ہے کہ ہماری زبان سے

سمعنا واطعنا

کے سوا اور کوئی لفظ جاری نہ ہو ۔ ورنہ ایسا نہ ہو کہ انصاری نوجوان کی غلطی کی طرح کسی کی غلطی کا خمیازہ قوم کو بھگتنا پڑے ۔ اسلئے ہر مرد اور ہر عورت ۔ ہر بچہ اور جوان اور بڈھا اور ادھیڑ کھڑا ہو اور حضرت امام ایدہ اللہ کے ارشاد کے ماتحت

اپنی زندگی بالکل سادہ بنالے

سادہ غذا اور سادہ لباس ہو ۔ سادہ طرز زندگی ہو ۔ ہم دنیا کی ہر قسم کی آرائشوں اور زیبائشوں کو ترک کر دیں کہ سادگی ہم میں اعلیٰ اخلاق ۔ اور اعلیٰ قوت و شجاعت پیدا کر دے گی ۔ ہم اسراف اور تبذیر سے بچ کر سیم و زر کے بت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مذہب کے قدموں پر قربان کر سکیں گے ۔

ہمارا مقدس اور واجب الاطاعت امام ہم کو جس قربانی اور جس اخوت و خلت کی طرف بلاتا ہے وہ خدائی جماعتوں کا شعار ہوتی ہے ۔ اور در اصل یہ وہ پہلا مطالبہ ہے جو خدا کی جماعت میں داخل ہونیوالے سے کیا جاتا ہے ۔ اور جس کے صاف اور واضح الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے یوں ہیں کہ

اسلام تم سے ایک موت چاہتا ہے

پس ضرورت ہے کہ اپنے جھگڑوں کو چھوڑ کر ایک ہو جائیں اسکے لئے ہم

سچے ہو کر جھوٹوں کیطرح تذلل اختیار کریں

اور ضرورت ہے کہ ہم سلسلہ کی آواز کو پہنچانے کے لئے تمام ان وسائل کو اختیار کریں جو ہمارے امکان میں ہیں ہم میں سے وہ نوجوان جو علوم عربیہ یا علوم مروجہ میں فارغ ہو چکے ہیں قوم اور سلسلہ کو ان کی ضرورت ہے ۔ وہ خود آگے بڑھیں ۔ اور اپنے آپ کو پیش کریں ۔ ان کے والدین اپنے بچوں کو لائیں اور ابراہیمی صفت کا احیاء کریں ۔ اس سے بہتر اور کوئی دن نہیں ہوگا ۔ جو ملکوں میں نکل سکتے ہیں وہ نکل جائیں اور اس نور کی منادی کریں جو آسمان سے نازل ہوا اور غافل اور سوئے ہوئے لوگوں کو بتائیں کہ سورج نکل آیا ہے اور تاریک رات دور ہو چکی ہے ۔ پس قوتوں کو یکجا کرو حضرت امام کے مطالبات پر لبیک کہو :-

۱ ۔ ہر احمدی اقرار کرے کہ وہ تین سال تک ایک کھانے سے زیادہ نہیں کھائے گا ۔

۲ ۔ ہر احمدی اقرار کرے کہ وہ ضرورت سے زیادہ کپڑے تین سال تک نہیں بنائے گا ۔

۳ ۔ ہر احمدی اقرار کرے کہ وہ مکانوں کی آرائش و زیبائش پر تین سال تک روپیہ صرف نہیں کرے گا

۴ ۔ ہر احمدی عورت اقرار کرے کہ وہ زیور ۔ گوٹہ ۔ کناری فیتہ وغیرہ پر تین سال تک روپیہ تباہ نہ کریگی ۔

۵ ۔ ہر احمدی اقرار کرے کہ وہ آسان اور سستے نسخے لوگوں کو دیگا ۔

۶ ۔ ہر احمدی مرد ۔ عورت ۔ بچہ ۔ بوڑھا ۔ جوان اقرار کرے کہ وہ تین سال تک سینما ۔ تھیٹر ۔ سرکس وغیرہ کسی قسم کا کھیل تماشا نہیں (باقی)

آؤ قادیان آؤ

قادیان میں آنا۔ پھر آیات اللہ کی تلاوت کے لئے آنا ہمارے ایمان میں ایک خاص تازگی پیدا کر دیتا ہے۔

جبکہ دنیا کے ہر ایک کونے سے سموم ہوائیں چلائی جا رہی ہوں۔ تا کہ وہ روحانیت کا پودہ مرجھا جائے۔ اور جبکہ صدہا ڈاکوان کی لباسوں میں ایسے پیدا ہو گئے ہوں کہ جو انسانی ایمان پر ڈاکہ ڈالنا چاہتے ہوں۔ اس وقت ہر انسان کا فرض ہوتا ہے کہ وہ کسی

حصار عافیت

میں داخل ہو جائے

ابتدائے دنیا سے ہی ملائکہ اور شیطان کی ایک خفیف جنگ ہوتی ہے۔ مگر ہر وہ انسان جو اس جنگ میں خدائی لشکر کا سپاہی ہو جاتا ہے وہ

شیطانی حملوں سے بچایا جاتا ہے

حتی کہ وہ مایوس ہو کر کہہ اٹھتا ہے

لیس لی علی عبادک من سلطان

اس آخری زمانہ میں شیطانی حملہ بہت تیز ہو گیا ہے اور اس نے عالم مایوسی میں اپنے آخری تیر چلانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس کے چیلے چانٹے پورے زور سے گندے اور زہریلے مواد کو دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔

کہتے ہیں کہ دنیا میں طریق جنگ تبدیل ہو گیا ہے۔ اور حکومتیں آئندہ جنگوں میں نہایت زہریلی ٹیوبیں استعمال کرینگی۔ جن میں اس قسم کے زہریلے جراثیم ہوں گے جو مخلوق انسانی کو تباہ کرینگے

مگر روحانی جنگوں میں یہ ٹیوبیں پچاس سال سے استعمال ہو رہی ہیں۔ اخلاق کو تباہ کرنے والا لٹریچر۔ اخلاق سوز تصاویر۔ مذہب سے متنفر کرنے والی کتابیں۔ مذہب اور سائنس کو ظاہری شکل میں الگ الگ دیکھا کر لوگوں کو پریشان کرنے والے حملے۔ پرستاران ظلمت کا غوغا اور ہجوم الحاد اور دہریت پھیلانے والی سوسائٹیاں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو خطرناک طور پر ارواح انسان پر زہریلے اثرات پیدا کرتی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس شدید شیطانی ہجوم کے وقت اپنے بندوں کو بھلایا نہیں۔ بلکہ ان کے لئے ایک قصر امن بنایا جس کے دروازے پر موٹے اور جلی حروف میں لکھ دیا کہ

امن است در مکان محبت سرائے ما

وہ قصر امن قادیان میں تعمیر کیا گیا۔ جہاں کسی طاغوتی کیڑے کا دخل نہیں ہو سکتا۔ جہاں داخل ہونے والوں کے لئے اس زمانہ کی تمام مسموم ہوائیں صاف کر دی جاتی ہیں۔ اور وہ نفس انسان کے لئے پاک و صاف ہو جاتی ہیں۔ جیسے خدا تعالیٰ نے اپنی تازہ وحی میں فرمایا کہ

آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے

یہ وہ مقام ہے۔ جہاں سلامتی کی آوازیں آتی ہیں انسان کی روح میں ایک خوشی اور مسرت داخل ہو جاتی ہے۔ اور وہ روحانی زندگی میں تر و تازگی محسوس کرنے لگتا ہے

یہی وہ مقام ہے۔ جہاں زندے تو زندے مرنے والے بھی جو ہندوستان کے ہر گوشے کے سوا ماریشس۔ افغانستان اور سیلون تک سے دفن ہو کر صدق و وفا کے علاوہ اس امر پر مہر صداقت ثبت کر رہے ہیں۔ کہ بیشک آج اگر دنیا میں کوئی قصر امن ہے تو وہ قادیان ہے وہ عاشقانہ زبان حال سے کہہ رہے ہیں ؎

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

پس ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ اس مقام کی طرف دوڑے جسے خدا نے اس زمانہ میں دنیا کے امن کے لئے چنا۔ وہ زمین پر ان آیات اللہ کی تلاوت کرے۔ جن کو دیکھ کر روح انسانی وجد میں آتی

یہاں وہ سورج چمکتا ہے جس کی شعاعیں تمام جراثیم کو ہلاک کر دیتی ہیں اور ایک جرثومے کو بھی باقی نہیں رہنے دیتی۔

یہاں وہ گھر ہے۔ جس کی چار دیواری لفظی اور معنوی طور پر

انی احافظ کل من فی الدار

کا نظارہ پیش کرتی رہی۔ اور اب بھی کر رہی ہے

یہاں وہ ام المومنین متعنا اللہ بطول حیاتہا موجود ہیں۔ جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا

انی معک و مع زوجک

خدا تعالیٰ کی وحی نے اپنی معیت میں اس طرح لیا جس طرح اس پہلوان رب جلیل کو لیا۔

یہاں خدا کا پہلوان۔ محافظ امت ہے۔ جس کا نام مسجد کی دیوار پر

محمود

لکھا ہوا دیکھا یا گیا۔ اور آج وہ پوری شان سے حقیقی معنوں میں عابدوں۔ زاہدوں ساجدوں کا امام بن کر جلوہ نما ہو رہا ہے

یہاں ذریت طیبہ ہے

ہاں

یہاں خدا کے بہت سے بندے ایسے ہیں جنہوں نے مسیح موعود علیہ السلام کے آستانہ پر ایسی دھونی رمائی کہ پھر اٹھنے کا نام نہ لیا۔

پھر یہاں خدا

اپنے بندوں کی دعائیں سنتا ہے

یہاں انسانی قلب۔ تمام زنگوں سے دھویا جاتا ہے۔ اور اسے ایک نئی زندگی دیجاتی ہے یہاں جو آ گئے وہ آیت اللہ بن گئے اور جو آتا ہے وہ آیات اللہ بن جاتا ہے

پس آؤ

کہ تم تمام مصائب سے محفوظ رہو——!

آؤ

کہ تم روحانی لذت و سرور حاصل ہو

آؤ

کہ امام وقت اور صلحاء امت کی صحبت میں چند دن گذریں۔

آؤ

کہ آیات اللہ کی تلاوت کر سکو

آؤ

کہ تم

یاتیک من کل فج عمیق

کے مصداق بن سکو!

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

(سلسلہ کے لئے دیکھئے اخبار الحکم مورخہ ۲۱، ۲۸ نومبر ۱۹۳۲ء)

یاد رکھو۔ صلوٰۃ میں حال اور قال دونوں کا جمع ہونا ضروری ہے۔ بعض وقت اعلام تصویری ہوتا ہے۔ ایسی تصویر دکھائی جاتی ہے۔ جس سے دیکھنے والے کو پتہ ملتا ہے کہ اس کا منشا یہ ہے ایسا ہی صلوٰۃ میں منشائے الٰہی کی تصویر ہے نماز میں جیسے زبان سے کچھ پڑھا جاتا ہے۔ ویسے ہی اعضاء و جوارح کی حرکات سے کچھ دکھایا بھی جاتا ہے۔ جب انسان کھڑا ہوتا ہے اور تحمید اور تسبیح کرتا ہے۔ اس کا نام قیام رکھا۔ اب ہر ایک شخص جانتا ہے کہ حمد و ثنا کے مناسب حال قیام ہی ہے۔ بادشاہوں کے سامنے جب قصائد ثنائے جاتے ہیں۔ تو آخر کھڑے ہو کر ہی پیش کرتے ہیں۔ ادھر تو ظاہری طور پر قیام رکھا ہی ہے۔ اور زبان سے حمد و ثنا بھی رکھی ہے۔ مطلب اس کا یہی ہے کہ روحانی طور پر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہو۔

حمد ایک بات پر قائم ہو کر کی جاتی ہے۔ جو شخص مصدق ہو کر کسی کی تعریف کرتا ہے۔ وہ ایک رائے پر قائم ہو جاتا ہے۔ اس الحمد للہ کہنے والے کے لئے ضروری ہوا کہ وہ سچے طور پر الحمد للہ اسی وقت کہہ سکتا ہے کہ پورے طور پر اس کو یقین ہو جائے کہ جمیع اقسام محامد کے اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ جب یہ بات دل میں انشراح کے ساتھ پیدا ہو گی۔ تو یہ روحانی قیام ہے کیونکہ دل اس پر قائم ہو جاتا ہے۔ اور وہ سمجھا جاتا ہے کہ کھڑا ہے۔ حال کے موافق کھڑا ہو گیا تاکہ روحانی قیام نصیب ہو۔

پھر رکوع میں سبحان ربی العظیم کہتا ہے قاعدہ کی بات ہے۔ جب کسی کی عظمت مان لیتے ہیں تو اس کے حضور جھکتے ہیں۔ عظمت کا تقاضا ہے کہ اس کے لئے رکوع کرے۔ پس سبحان ربی العظیم زبان سے کہا اور حال سے جھکنا دکھایا۔

یہ اس قول کے ساتھ حال دکھایا۔ پھر تیسرا قول ہے سبحان ربی الاعلیٰ۔ اعلیٰ افعل التفضیل ہے۔ یہ بالذات سجدہ کو چاہتا ہے اس لئے اس کے ساتھ حالی تصویر سجدہ میں کرے گا۔ اس اقرار کے مناسب حال ہیئت نے العفو را ختیار کر لی۔

اس قال کے ساتھ تین حال جسمانی ہیں۔ ایک تصویر اس کے آگے پیش کی ہے۔ ہر ایک قسم کا قیام بھی کرتا ہے۔ زبان جو جسم کا ٹکڑا ہے۔ اس نے بھی کہا اور وہ شامل ہو گئی

تیسری چیز اور ہے۔ وہ اگر شامل نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی۔ وہ کیا ہے؟ وہ قلب ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ قیام ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر نظر کر کے دیکھے کہ درحقیقت وہ حمد بھی کرتا ہے۔ کھڑا بھی ہے۔ اور روح بھی کھڑا ہوا حمد کرتا ہے۔ جسم ہی نہیں بلکہ روح بھی کھڑا ہے۔ اور جب سبحان ربی العظیم کہتا ہے۔ تو دیکھے اتنا ہی نہیں کہ صرف عظمت کا اقرار ہی کیا ہے۔ نہیں بلکہ ساتھ ہی جھکا بھی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی روح بھی جھک گیا ہے۔ پھر تیسری نظر میں خدا کے حضور سجدہ میں گرا ہے۔ اس کی علو شان کو ملاحظہ میں لا کر اس کے ساتھ ہی دیکھے کہ روح بھی الوہیت کے آستانہ پر گرا ہوا ہے۔ غرض یہ حالت جب تک پیدا نہ ہولے اس وقت تک مطمئن نہ ہو۔ کیونکہ یقیمون الصلوٰۃ کے معنی یہی ہیں۔

اگر یہ سوال ہو کہ یہ حالت پیدا کیوں کر ہو؟ تو اس کا جواب اتنا ہی ہے کہ نماز پر مداومت کی جاوے اور وساوس اور شبہات سے پریشان نہ ہو۔ ابتدائی حالت میں شکوک و شبہات سے ایک جنگ ضروری ہے۔ اس کا علاج یہی ہے۔ کہ نہ تھکنے والے استقلال اور صبر کے ساتھ لگا رہے اور خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگتا رہے۔ آخر وہ حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔

یہ تقویٰ عملی کا ایک جزو ہے اور دوسری چیز وہ اس کی مما رزقنٰھم ینفقون ہے۔ جو کچھ دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ عام لوگ رزق سے مراد اشیائے خوردنی لیتے ہیں۔ یہ غلط ہے جو کچھ قویٰ کو دیا جاوے وہ بھی رزق ہے۔ علوم و فنون وغیرہ معارف حقائق عطا ہوتے ہیں۔ یا جسمانی طور پر معاش مال میں فراخی ہو۔

رزق میں حکومت بھی شامل ہے۔ اور اخلاق فاضلہ بھی رزق ہی میں داخل ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کچھ ہم نے دیا ہے۔ اس میں سے خرچ کرتے ہیں یعنی روٹی میں سے روٹی دیتے ہیں۔ علم میں سے ......علم۔ اور اخلاق میں اخلاق۔ علم کا دینا تو ظاہری ہے۔ یہ یاد رکھو کہ وہی بخیل نہیں ہے جو اپنے مال میں سے کسی مستحق کو کچھ نہیں دیتا۔ بلکہ وہ بھی بخیل ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہو۔ دوسرے کو سکھانے میں مضائقہ کرے۔ محض اس خیال سے اپنے علوم و فنون سے کسی کو واقف نہ کرنا۔ کہ اگر وہ سیکھ جاوے۔ تو ہماری بے قدری ہو جائے گی۔ یا آمدنی میں فرق آ جائے گا۔ شرک ہے کیونکہ اس صورت میں وہ اس علم یا فن کو ہی اپنا رازق اور خدا سمجھتا ہے۔ اسی طرح پر جو اپنے اخلاق سے کام نہیں لیتا۔ وہ بھی بخیل ہے۔ اخلاق کا دینا یہی ہوتا ہے کہ جو اخلاق فاضلہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے دے رکھے ہیں۔ اس کی مخلوق سے ان اخلاق سے پیش آوے۔ وہ لوگ اس کے نمونہ کو دیکھ کر خود بھی اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرینگے۔ اخلاق سے اسقدر ہی مراد نہیں ہے کہ زبان کی نرمی اور الفاظ کی نرمی سے کام لے نہیں بلکہ شجاعت۔ مروت۔ عفت جس قدر قوتیں انسان کو دی گئی ہیں دراصل سب اخلاقی قوتیں ہیں ان کا برمحل استعمال کرنا ہی ان کو اخلاقی حالت میں لے آتا ہے ایک موقع مناسب پر غضب کا استعمال بھی اخلاقی رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ یہ نہیں کہ انجیل کی تعلیم کی طرح ایک ہی پہلو اپنے اندر رکھتی ہے کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری پھیر دو۔ یہ اخلاق نہیں ہے۔ اور نہ یہ تعلیم حکمت کے اصول پر مبنی ہو سکتی ہے۔ اگر ایسا ہو تو تمام فوجوں کا موقوف کر دینا اور ہر قسم کے آلات حرب کو توڑ دینا لازم آئے گا۔ اور مسیحی دنیا کو بطور ایک خادم کے رہنا پڑے گا۔ کیونکہ اگر کوئی کرتا مانگے تو چوغہ بھی دینا پڑے گا۔ ایک کوس بیگار لیجانا چاہے۔ تو دو کوس جانے کا حکم ہے پھر عیسائی لوگوں کو کس قدر مشکلات پیش آئیں اور اگر اس تعلیم پر عمل کریں نہ ان کے پاس ضروریات زندگی بسر کرنے کو کچھ رہے۔ اور نہ کوئی آرام کی صورت۔ کیونکہ جو کچھ ان کے پاس ہو کوئی مانگ لے۔ تو پھر ان کے پاس خاک رہ جائے اگر محنت اور مزدوری سے کمانا چاہیں۔ تو کوئی بیگار میں لگا دے۔ غرض اس تعلیم پر زور تو بہت دیا گیا ہے۔ اور پادریوں کو دیکھا ہے کہ وہ بازاروں میں اس تعلیم کی بڑی شد و مد سے تعریف کر کے وعظ کرتے ہیں۔ لیکن جب عمل پوچھو تو کچھ نہیں ہے۔ گویا گفتن ہی سب کچھ ہے کرنے کے واسطے کچھ نہیں۔ اس لئے اس کا نام اخلاق

نہیں ہے۔

اخلاق یہ ہے کہ تمام قویٰ کو جو اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں برمحل استعمال کیا جاوے۔ مثلاً عقل دی گئی ہے اور کوئی دوسرا شخص جس کو کسی امر میں واقفیت نہیں اس کے مشورہ کا محتاج ہے۔ اور یہ پوری واقفیت رکھتا ہے۔ تو اخلاق کا تقاضا یہ ہونا چاہیئے کہ اپنی عقل سلیم سے اس کو پوری مدد دے اور اسکو سچا مشورہ دے۔ لوگ ان باتوں کو معمولی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور کہدیتے کہ ہمارا کیا بگڑتا ہے۔ اس کو خراب ہونے دو۔ یہ شیطانی فعل ہے انسانیت سے بعید ہے کہ وہ کسی دوسرے کو بگڑتا دیکھے اور اس کی مدد کے لئے تیار نہ ہو۔ نہیں بلکہ چاہیئے کہ نہایت توجہ اور دلدہی سے اس کی بات سنے اور اپنی عقل وسمجھ سے اس کو ضروری مدد دے۔

لیکن اگر کوئی یہاں اعتراض کرے کہ مما رزقناھم کیوں فرمایا مما کے لفظ سے بخل کی بو آتی ہے۔ چاہیئے تھا کہ

ہر چہ داری خرچ کن درراہ او

اصل بات یہ ہے کہ اس سے بخل ثابت نہیں ہوتا۔ قرآن شریف خدائے حکیم کا کلام ہے۔ حکمت کے معنی ہیں شے را بہ محل داشتن۔ پس مما رزقنھم میں اسی طرف اشارہ ہے کہ محل اور موقع کو دیکھ کر خرچ کرو۔ جہاں تھوڑا خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔ وہاں تھوڑا خرچ کرو۔ جہاں بہت خرچ کرنے کی ضرورت ہے وہاں بہت خرچ کرو۔

اب مثلاً عفو ہی ایک اخلاقی قوت ہے اسکے لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آیا عفو کے لائق ہے یا نہیں۔ مجرم دو قسم کے ہوتے ہیں کہ ان سے کوئی حرکت ایسی سرزد ہو جاتی ہے جو غصہ تو لاتی ہے۔ لیکن وہ معافی کے قابل ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کی شرارت پر چشم پوشی کی جائے اور اس کو معاف کردیا جاوے تو وہ زیادہ دلیر ہو کر مزید نقصان کا باعث بنتا ہے۔ مثلاً ایک خدمتگار ہے۔ جو بڑا نیک اور فرمانبردار ہے۔ وہ چاء لایا۔ اتفاق سے اسکو ٹھوکر لگی۔ اور چائے کی پیالی گر کر ٹوٹ گئی اور چائے بھی مالک پر گر گئی۔ اگر اس کو مارنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور تیز اور تند ہو کر اس پر جا پڑے۔ تو یہ سفاہت ہوگی۔ یہ عفو کا مقام ہے کیونکہ اس نے عمداً شرارت نہیں کی ہے۔ اور عفو اس کو زیادہ شرمندہ کرتا اور آئندہ کے لئے محتاط بناتا ہے لیکن اگر کوئی ایسا شریر ہے کہ وہ ہر روز توڑتا ہے اور یوں نقصان پہنچاتا ہے۔ اسپر رحم یہی ہوگا کہ اس کو سزا دیجائے۔ پس یہی حکمت ہے۔ مما رزقنھم ینفقون میں۔

ہر ایک مومن اپنے نفس کا مجتہد ہوتا ہے وہ محل اور موقع کی شناخت کرے۔ اور جس قدر مناسب ہو خرچ کرے۔ میں ابھی بتا چکا ہوں۔ کہ قرآن کی تعلیم حکیمانہ نظام اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس کے بالمقابل انجیل کی تعلیم کو دیکھو کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری پھیرنے وغیرہ وغیرہ کیسی قابل اعتراض ہے کہ اس کی پردہ پوشی نہیں ہو سکتی اور اس کی متابعت صورت ممکن ہی نہیں ہے۔ یہانتک کہ بڑے سے بڑا زہد خواور تقدس مآب پادری بھی اس تعلیم پر عمل نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی انجیل کی اس تعلیم کا عملی ثبوت لینے کے لئے کسی پادری صاحب کے منہ پر طمانچہ مارے۔ تو وہ بجائے اس کے کہ دوسری گال پھیرے پولیس کے پاس دوڑا جاوے گا۔ اور اس کو حکام کے سپرد کرادے گا۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انجیل معطل پڑی ہے۔ اور قرآن شریف پر عمل ہو رہا ہے۔ ایک مفلس اور نادار بڑھیا بھی جس کے پاس ایک جو کی روٹی کا ٹکڑا ہے۔ اس ٹکڑے میں سے ایک حصہ دے کر مما رزقنھم میں داخل ہو سکتی ہے۔ لیکن انجیل کے طمانچہ کھا کر گال پھیرنے کی تعلیم میں مقدس سے مقدس پادری بھی شامل نہیں ہو سکتا۔ ؎

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

انجیل تو اس پہلو میں یہاں تک گری ہوئی ثابت ہوتی ہے کہ اور تو اور خود حضرت مسیح بھی اس پر پورا عمل نہ دکھا سکے۔ اور وہ تعلیم جو خود پیش کی تھی عملی پہلو میں انھوں نے ثابت کر دیا کہ وہ کہنے کے لئے ہے۔ ورنہ چاہیئے تھا کہ اس سے پیشتر کہ وہ گرفتار ہوتے۔ خود اپنے آپ کو دشمنوں کے حوالہ کر دیتے۔ اور دعائیں مانگنے اور اضطراب ظاہر کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی اس سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں کر کے بھی دکھاتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی ثابت ہو جاتا کہ وہ کفارہ ہی کے لئے آئے ہیں۔ کیونکہ اگر ان کی زندگی کا یہی کام تھا۔ کہ وہ خود کشی کے طریق سے دنیا کو نجات دیں۔ اور بقول عیسائیوں کے خدا بجز اس صورت کے نجات دے ہی نہیں سکتا تھا۔ تو ان کو چاہیئے تھا کہ جس کام کے لئے وہ بھیجے گئے تھے۔ وہ تو یہی تھا۔ پھر وعظ اور تبلیغ کی ضرورت ہی کیا تھی۔ کیوں نہ آتے ہی یہ کہدیا کہ مجھے پکڑو اور پھانسی دیدو تاکہ دنیا کی رستگاری ہو۔

(الحکم ۱۷ر اپریل ۱۹۰۱ء)

غرض قرآن کریم کی تعلیم ثابت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور ذرہ ذرہ اس کے آگے ہے۔ اس نے ایسی تعلیم دی ہے جو انسانی قویٰ کی تکمیل کرتی ہے۔ اور عفو اور انتقام کو محل اور موقع پر رکھنے کے واسطے اس سے بڑھ کر تعلیم نظر نہیں آئے گی۔ اگر کوئی اس تعلیم کے خلاف اور کچھ کوشش کرتا ہے تو وہ گویا قانون الٰہی کو درہم برہم کرنا چاہتا ہے۔ بعض طبائع طبعاً عفو چاہتی ہیں۔ اور بعض مار کھانے کے قابل ہوتی ہیں سب عدالتیں قرآن شریف کی تعلیم کے موافق کھلی رہ سکتی ہیں۔ اگر انجیل کے موافق کریں۔ تو آج ہی سب کچھ بند کرنا پڑے۔ اور پھر دیکھو کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ انسان انجیلی تعلیم پر عمل کر ہی نہیں سکتا۔ پس یہ دو نمونے علمی اور عملی تقوے کے ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے سوا تیسری قسم تقوے کی ہے :-

ویومنون بما انزل الیک

انسانی قوت شہادت کا محتاج ہے۔ ایسی راہ اختیار نہ کرے کہ پاک شہادتوں سے دور ہو۔ وہ راہ خطرناک راہ ہے۔ جس میں راستبازوں کی شہادتیں موجود نہیں ہیں۔ تقوے کی راہ یہی ہے کہ جس میں زبردست شہادتیں ہر زمانہ میں زندہ موجود ہوں۔ مثلاً تم نے راہ پوچھا کسی نے کچھ کہا کہ یہ راہ فلاں طرف جاتا ہے۔ مگر دس کہتے ہیں کہ نہیں فلاں طرف جاتا ہے۔ تو اب تقوے کا تقاضا یہ ہے کہ ان بھلے مانس آدمیوں کی بات مان لو۔ یہ یاد رکھو کہ شہادت پاکبازوں کی ہی مقبول اور موزوں ہوتی ہے۔ بدمعاشوں کی شہادت کبھی مقبول نہیں ہو سکتی یہ تیسری قسم تقوے کی ہے جو یومنون بما انزل الیک میں بیان ہوئی ہے۔ اس کو چھوڑ کر بھی لوگ بہت خراب ہوتے ہیں ہمارے ساتھ جو لوگوں نے مخالفت کی ہے تو اسی وجہ سے کہ انھوں نے تقوی کی اس قسم کو چھوڑ دیا۔ خدا تعالیٰ کا کلام تیس آئتوں میں ہمارا موید ہے کبھی وہ یا عیسیٰ انی متوفیک کہہ کر کبھی فلما توفیتنی کہہ کر۔ کبھی ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کہہ کر۔ غرض کبھی کسی پیرایہ میں۔ کبھی کسی صورت میں پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہی راہ سچی ہے جس پر ہم بفضلہ تعالیٰ قائم ہیں۔ اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح موعود کو حضرت یحییٰ کے ساتھ معراج میں دیکھتے ہیں۔ اور یہ پکی بات ہے کہ ان دونوں میں کوئی خاص فرق جو زندوں اور مردوں میں ہونا چاہیئے نہیں بتایا۔ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عمر بتا کر یہ شہادت دیتے ہیں کہ وہ مر گیا۔ اور کبھی آنے والے مسیح موعود اور اسرائیلی مسیح کا حلیہ جدا جدا بتا کر سمجھاتے ہیں کہ وہ مر گیا یہ شہادتیں تو حدیث اور قرآن کی ہیں ان کے علاوہ تمام صحابہ کی شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وفات پر ہوتی ہے کہ سب نبی مر گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا کہ ابھی نہیں مرے اور تلوار کھینچ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر یہ خطبہ پڑھتے ہیں کہ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل اب اس موقعہ پر جو ایک قیامت کا میدان تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ اور کل صحابہ جمع ہیں۔ یہاں تک کہ اسامہ کا لشکر بھی روانہ نہیں ہوا۔

(باقی دارد)

میں کیونکر احمدی ہوا

حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظ سابق ہیرالعل صاحب کی قلم سے۔

(۲)

گورنمنٹ ہائی سکول لدھیانہ مسلمانان لدھیانہ نے مشورہ کرکے مجھے گورنمنٹ ہائی سکول لدھیانہ میں تعلیم کے لئے داخل کر دیا۔ اسوقت اس سکول کے ہیڈ ماسٹر لالہ رام مچھمن صاحب تھے۔ جو کٹر آریہ سماجی تھے۔ ان کے ماتحت بعض ہندو ٹیچروں نے مجھے طرح طرح کی تکلیفیں دینی شروع کردیں۔ حتیٰ کہ ایک ہندو ٹیچر نے ایک بہانہ بنا کر مجھے سخت زدوکوب کیا۔ میرے بازو پر سخت ضرب آئی۔ مسلمان طالب علموں نے اس ہندو ٹیچر سے انتقام لینا چاہا۔ مگر میں نے ان کو روک دیا۔ اسلئے کہ اس نے مجھے محض تعصب کی وجہ سے زدوکوب کیا تھا۔ ورنہ میں تعلیم میں کمزور نہ تھا یا مجھے کوئی بدعادت نہ تھی۔ میں نے لدھیانہ کا مدرسہ چھوڑ دیا۔ اور پٹیالہ چلا گیا۔ اور کچھ عرصہ بعد پھر لدھیانہ آ گیا۔

آریہ سکول پھر مسلمانوں نے اتفاق کرکے مجھے آریہ سکول میں داخل کر دیا۔ وہاں سردار نتھا سنگھ صاحب بی اے آریہ سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ وہ اب تک زندہ ہیں۔ ان کو میرے ساتھ بڑی حسن عقیدت ہے۔ اور ہمیشہ اپنے اخلاص و محبت کو لوجہ اللہ ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد میں نے آریہ سکول بھی چھوڑ دیا۔ اور انگریزی تعلیم بند کردی۔ اور دینی تعلیم حاصل کرتا رہا۔

مرد خدا کی تلاش اب مجھے کسی مرد خدا کی تلاش شروع ہوئی۔ لدھیانہ محلہ ڈھولیوال میں حضرت حاجی الٰہی بخش صاحب نقشبندی مجددی مرحوم کا چودھری احمد یار صاحب مرحوم نے ذکر کیا۔ میں ان کی خدمت میں تین روز جاتا رہا۔ اس کے بعد میں نے ان کی خدمت میں بیعت کے لئے عرض کیا۔ بیعت کیوقت انھوں نے میرا نام پوچھا۔ میں نے بے اختیار غلام احمد کہدیا۔ اس کے بعد میں غلام احمد مشہور ہو گیا۔ اس کی حقیقت میں یہ ہی سمجھتا ہوں کہ میں کسی احمد کا غلام تھا۔

یہ بزرگ خاص مردان خدا میں سے تھے۔ انکی مجلس میں خدائی محبت ترقی کرتی تھی۔ اور یہ شریعت اسلام کے ہر طرح پابند تھے۔

تبلیغ و وعظ اسکے بعد میں پنجاب میں اکثر اضلاع میں پھرنے لگا وعظ کرتا۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کرتا

ملازمت کچھ عرصہ میں نے نواب محمد حیات خان صاحب مرحوم کی ملازمت کرلی اور اس کی وجہ سے واہ ضلع حسن ابدال میں رہتا تھا

ہری پور میں وعظ ایک دفعہ ہری پور ہزارہ کی جامع مسجد میں مجھے وعظ کا موقع ملا۔ میں نے بیان کیا کہ جس اسلام کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں لے کر مبعوث ہوئے تھے۔ اور جو کہ قرآن شریف میں محفوظ ہے۔ مسلمانوں کے ہر طبقے میں وہ نمونہ نہیں پایا جاتا۔ اسی لئے انک لا تسمع الموتی ارشاد ربانی ہے۔ جس سے مراد مردہ دل ہیں۔

ایک مولوی حیات گل صاحب غزنوی مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی کے داماد اس مسجد میں امام تھے۔ ان کو یہ خیال گذرا کہ یہ کوئی مرزائی ہے۔ جو قرآنی آیت کی تاویل کرتا ہے۔ جب میں وعظ کرکے بیٹھ گیا۔ لوگ میرے ارد گرد بیٹھ گئے۔ اور انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ میں نے کہا کہ میرا وطن لدھیانہ ہے انھوں نے کہا کہ کیا آپ قادیانی مرزا صاحب کو جانتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں میں جانتا ہوں انھوں نے کہا کہ وہ کیسے آدمی ہیں؟ میں نے کہا کہ وہ بڑے نیک آدمی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ تو دجال ہے۔ تو لعین ہے۔ تو کافر ہے تو شیطان ہے۔ اور ایک اشتہار محمد الدین تاجر کتب لاہوری کا لے آئے۔ جس میں لکھا ہوا تھا کہ مرزا صاحب معجزات۔ ملائکہ۔ یوم آخرت کے منکر ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ جس مرزا کو میں نے نیک کہا ہے وہ تو فرشتوں اور یوم آخرت کا معتقد ہے۔ اور معجزات خود اسکے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور رسول کریم یا انبیاء کرام کے معجزات کا منکر نہیں۔ میں نے ان کی کتاب آئینہ کمالات اسلام پڑھی ہے خود ان کے ہاتھ پر اسلام کے اعجازی برکات ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ کوئی اور مرزا ہوگا۔ جس کا آپ ذکر کر رہے ہیں۔ اور اگر فی الحقیقت مرزا صاحب قادیانی کے عقائد میں تبدیلی ہو گئی ہے۔ تو ان کی جگہ میں نہیں پکڑا جاؤں گا۔ اور یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ کسی شخص کو نیک کہنے سے مومن شیطان لعین ہو جاتا ہے۔ اور میں نے تو ابھی مرزا صاحب کی بیعت نہیں کی۔

پھر وہ حاضرین مولوی صاحب کے گرد ہو گئے کہ تم شخص سے معافی مانگو۔ پھر وہ مولوی رو رو کر مجھ سے معافی مانگنے لگا۔ میں نے کہا کہ میرا آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ بلکہ تعلیم الاسلام کی آپ نے مخالفت کی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں ابن السبیل۔ اکرام الضیف۔ نومسلم کی تالیف القلوب کے لئے احکام درج ہیں۔ آپ نے ان کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس لئے آپ خدا تعالےٰ سے معافی مانگیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت اولیٰ کیوقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب لدھیانہ میں بیعت لی میں نے اسوقت اسلئے بیعت نہیں کی کہ میں نقشبندیہ خاندان میں بیعت کر چکا تھا۔ اسلئے مکرر بیعت کی ضرورت نہ سمجھتے ہوئے اسوقت حضرت مرزا صاحب کو محض استفادے کے لئے رہنما یقین کرتا تھا۔ ہمیشہ حضرت صاحب سے میرا تعلق لوجہ اللہ تعالےٰ رہا۔

ایک دفعہ لدھیانہ سے پیدل چل کر میں قادیان آیا۔ اسوقت صرف حضرت مولانا مکرم خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تعمیر ہوا تھا۔ یا ایک پریس تھا آٹھ دس روز رہ کر واپس چلا گیا۔ بیعت اسدفعہ بھی سابق خیال کے ماتحت نہیں کی گئی تھی۔

بیعت ہری پور ہزارہ کے واقعہ کے پیش آنے کے بعد میں قادیان آیا سنہ ۱۹۰۰ء کے سالانہ جلسے کے موقع پر مسجد اقصیٰ کے درمیانی دروازے میں بروز جمعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت صاحب کے ہاتھ میں سب سے پہلے میرا ہاتھ تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جلالی آنکھ سے میری طرف دیکھا اور قریباً ایک گھنٹہ میری محویت کی حالت رہی۔ اور بے اختیار میری زبان پر **ونفخت فیہ من روحی**

اللہ تیرا احسان ہے۔ جاری رہا۔

قادیان کی رہائش سنہ ۱۹۰۰ء کے بعد قادیان میں خدا کے فضل سے مقیم ہو گیا۔ اور تھوڑے عرصہ کے بعد میں نے شیر فروشی کی دکان کرلی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ میں سیر بھر دودھ روزانہ آپ کے لئے بھیجا کروں گا آپ نے فرمایا میں نے تو بکری رکھی ہوئی ہے۔ مگر میں تین روز دودھ بھیجتا رہا۔ چوتھے روز آپ نے کہلا بھیجا کہ آج دودھ نہ بھیجنا۔

شریعت اسلام پر عمل میں نے رقعہ کے ذریعہ عرض کیا کہ کیا حضور ناراض ہو گئے ہیں۔ یا دودھ اچھا نہیں ہوتا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ شریعت اسلام میں دعوت کی حد تین دن ہے، اللہ کریم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیماً فرماتا ہے **وما انا من المتکلفین** پس میں نے اسی پر عمل کیا۔

مجھے یہ نسخہ ہاتھ آ گیا میں تین چار روز کا وقفہ ڈال کر پھر دودھ بھیج دیتا تھا۔

حضرت صاحب نے جب دیکھا کہ یہ باقاعدہ دودھ بھیجتا ہے۔ تو اس کے بعد آدھ سیر دودھ روزانہ منگوالیا کرتے تھے جب میری طبیعت کبھی پریشان ہوتی تو حضرت صاحب کی مجلس میں چلا جاتا تھا۔ حضور کا چہرہ دیکھتے ہی پریشانی کافور ہو جاتی تھی۔

ایک دفعہ میں حضرت صاحب کی خدمت میں فیرینی کی رکابیاں بنا کر لے گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی دروازے پر تشریف لے آیا کرتے تھے۔ گاہے سب مجھے خود اندر بلا لیتے تھے۔ اس موقع پر حضور دروازے پر خود تشریف لے آئے۔ اور فرمایا

”اوہو۔ آپنے بڑی تکلیف کی۔ میں صرف ایک رکابی لے لیتا ہوں“

میں نے کہا۔ حضور کی ایک ہی رکابی ہے باقی رکابیاں اہم دار حضرت ام المومنین۔ صاحبزادگان اور صاحبزادیوں کی ہیں آپنے فرمایا

اچھا میں ایک اور لے لیتا ہوں

آپکی مہمان نوازی

میں نے پھر کہا کہ حضور کی تو ایک ہی رکابی ہے

آپ نے فرمایا اچھا میں ایک اور لے لیتا ہوں اس کے بعد میں ادب کے ماتحت خاموش ہو گیا۔ پھر آپنے فرمایا

باقی رکابیاں میرے مہمان کھائینگے

یہ غالباً ۱۹۰۶ء کے سالانہ جلسے کا موقع تھا۔ میںنے باقی رکابیاں آکر مہمانوں کو یہ کہہ کر کھلا دیں کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ باقی رکابیاں میرے مہمان کھائینگے۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواہش ظاہر کی کہ

ہمارے سلسلہ میں واعظین کا ہونا ضروری ہے لوگ اپنی اپنی زندگیاں وقف کرکے اور درخواستیں مفتی محمد صادق صاحب کے پاس جمع کرتے جائیں۔ بکثرت تعداد ہونے پر مبلغین روانہ کروں گا۔ تعداد پوری ہونے پر ایک صاحب کے متعلق حضرت صاحب نے ارادہ ظاہر کیا (ان کا نام لینا میں پسند نہیں کرتا) انکے معاملے میں مولوی محمد علی صاحب مدرسے کی ملازمت کیوجہ سے رک ہوگئے اور وہ صاحب بھی جرأت نہ کر سکے کہ حضرت صاحب کے حضور پیش ہو جاتے۔ حضرت صاحب نے فرمایا سب درخواستیں چاک کر دو۔ جب میرے پاس روپیہ ہوگا میں مبلغین کو بلا لوں گا۔ اسوقت تو مجھے ایسوں کی ضرورت ہے۔ جو بھوکے ہیں۔ پیدل چلیں۔ مار کھائیں“

(باقی آئندہ)

جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ

امسال جلسہ سالانہ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر تاریخیں منظور فرمائی ہیں۔ احباب کو ابھی سے جلسہ میں شمولیت کی تیاری شروع کر دینی چاہیئے۔ اور ساتھ ہی کوشش کرنی چاہیئے کہ اپنے غیر احمدی دوستوں اور رشتہ داروں کو بھی لاسکیں (ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

چندہ جلسہ سالانہ جلد ادا فرمائیں

چونکہ جلسہ سالانہ قریب آگیا ہے۔ اس کے لئے سامان خورونوش و دیگر انتظامات سرعت کے ساتھ کئے جا رہے ہیں۔ جن کے لئے روپیہ کی فوری ضرورت ہے احباب اور جماعتوں کو چاہیئے کہ وہ بہت جلد اپنا اپنا چندہ جلسہ سالانہ ادا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں تا انتظامات جلسہ میں منتظمین کے لئے روپیہ کی قلت کے باعث کوئی دقت پیدا نہ ہو۔

(ناظر بیت المال قادیان)

سالانہ جلسہ پر تاجرانہ نمائش

امسال سالانہ جلسہ کے موقعہ پر حسب ذیل تجویز مجلس مشاورت ۱۹۳۳ء تاجرانہ نمائش منعقد کی جائے گی۔ جس کے لئے ملک محمد طفیل صاحب محلہ دارالبرکات قادیان کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ تاجر دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اس نمائش کو کامیاب بنانے کے لئے اپنے اپنے علاقہ کی اشیار فروخت کیلئے سالانہ جلسہ پر قادیان لے آئیں اور اس بارے میں ملک محمد طفیل صاحب مہتمم تاجرانہ نمائش جلسہ سالانہ سے خط و کتابت کریں۔

(ناظر امور عامہ)

چندوں کی ادائگی کے متعلق

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا خاص ارشاد

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ۹ر نومبر ۱۹۳۴ء کے خطبہ جمعہ میں جو الفضل ۱۸ر نومبر میں شائع ہو چکا ہے جماعت احمدیہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے

”یاد رکھو کہ استقلال اصل چیز ہے۔ اور استقلال کے یہ معنی ہیں کہ قربانیوں پر مداومت اختیار کی جائے۔ مگر جو شخص چھوٹی قربانی نہیں کرتا۔ اس سے کیا یہ امید ہو سکتی ہے کہ آئندہ بڑی قربانیوں کو پورا کر سکے گا۔ پس میں جماعتوں اور افراد جماعت کی ان تاروں اور خطوں پر اعتماد کرتے ہوئے۔ جن میں انھوں نے سلسلہ کے لئے اپنی جانیں اور اپنے اموال قربان کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ کہتا ہوں کہ ہر وہ شخص جس کے چندوں میں کوئی نہ کوئی بقایا ہے۔ یا ہر وہ جماعت جس کے چندوں میں بقائے ہیں۔ وہ فوراً اپنے اپنے بقائے پورے کرے اور آئندہ کے لئے چندوں کی ادائگی میں باقاعدگی کا نمونہ دکھائے۔ جو جماعتیں میرے اس حکم مطابق اپنے اپنے بقایوں کو ادا کرتے ہوئے آئندہ کے لئے چندوں میں باقاعدگی اختیار کرینگی۔ میں سمجھوں گا کہ انھوں نے اپنے اقرار کو پورا کیا۔ اور آئندہ کی جد و جہد میں ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر ایسا نہیں کریں گی تو ان کا اقرار قابل اعتبار نہیں سمجھا جائے گا“

پس ہر ایک جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ حضور کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے۔ بہت جلد اپنے اپنے بقائے صاف کر دے۔ اور آئندہ باقاعدہ چندہ کی ادائیگی کا التزام کرکے دفتر ہذا کو مطلع فرمائے تا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونے والی فہرست میں ان کا نام درج کیا جا سکے۔

(ناظر بیت المال قادیان)

عشاقِ احمدؑ

(۲)

حضرت منشی محمد اروڑے خان صاحب رضی اللہ عنہ

(سید عزیز الرحمان صاحب بریلوی مہاجر قادیان کی زبان سے)

۶

اہل بیت سے محبت

ایک دفعہ حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ لنگر کے لئے چندہ جمع کرنے گئے۔ میر صاحب نے منشی صاحب سے فرمایا کہ لنگر مقروض ہے آپ کچھ چندہ دیں۔ انھوں نے دو روپے نکال کر دیئے اور کہا کہ یہ آپ کی نذر ہیں۔ اور پھر دو روپے نکال کر دیئے کہ یہ حضرت ام المومنین کی خدمت میں دے دیں۔

حضرت میر صاحب کو تعجب ہوا انھوں نے کہا کہ میں تو لنگر خانہ کے چندہ کے متعلق کہتا ہوں لنگر مقروض ہے۔ تو فرمانے لگے

میں نے چندہ نہیں پڑھا

(نوٹ) اس سے مراد ان کی یہ تھی کہ میرا جو کچھ ہے وہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے ہے۔ اور میں کچھ نہیں جانتا۔

۷

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سے محبت

جب آپ ہجرت کر کے تشریف لے آئے تو مجھے فرمانے لگے کہ میاں کے متعلق کوئی بات سناؤ (یعنی حضرت خلیفہ ثانی کے متعلق) میں نے کہا کہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں نے خواب میں شیطان کو دیکھا ہے۔ وہ بڑا لمبا چمٹا ہاتھ میں لئے ہوئے تھا۔ اور میں یہ پڑھتا رہا۔ اور شیطان بھاگ گیا۔ پھر آپ نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے کہا کہ میاں کبھی آپ نے بھی خواب میں شیطان کو دیکھا ہے؟ فرمانے لگے ہاں میں نے بھی دیکھا ہے۔ فرمایا کس شکل میں؟ تو کہا خطو بلی کی شکل میں

اس وقت آپ مسجد اقصیٰ میں درس دینے لگے تھے۔ فرمایا میاں مبارک ہو۔ میاں مبارک ہو۔ کئی بار یہ الفاظ دوہرائے۔ پھر فرمایا کہ میاں! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بلی کی شکل میں دیکھا تھا۔

حضرت منشی اروڑے خان صاحب اس روایت کو سنکر بہت خوش ہوئے

(۸)

حضرت منشی صاحب اکثر مجھ سے ملنے تشریف لاتے میں ان دنوں ہائی سکول کے کوارٹروں میں رہتا تھا آپ مجھے لیکر کنوئیں پر جاتے۔ چونکہ وہ حد درجہ کے سادہ مزاج آدمی تھے۔ اسلئے گلے میں کرتا اور ایک تہبند ہی باندھے رکھتے۔ جب کنوئیں پر جاتے تو لوگوں سے کہتے کہ اپنا اپنا منہ پھیر لو۔ اور خود پانی میں اتر کر ننگے نہاتے اور پھر اسیطرح پردہ کرا کر باہر نکل آتے۔ نہا کر میرے گھر تشریف لاتے اور میرے مکان کی چوکھٹ پر بیٹھ جاتے۔ مجھے فرماتے ذرا اپنی بیوی کو بلاؤ۔ میں جب بلاتا تو کہتے مجھے حضرت میاں صاحب کی (خلیفہ ثانی) کی کوئی روایت سناؤ۔ جب وہ کوئی بات سناتی تو سنکر بہت خوش ہوتے۔

میری بیوی ہمیشہ اُن کو ایک پان اور ایک پھولوں کا ہار ...... پیش کیا کرتی تھی۔ جب ہار نہ مل سکتے تو صرف پان ہی پیش کر دیتی۔

کبھی کبھی وہ حضرت صاحب کے متعلق جبکہ ابھی وہ خلیفہ نہ تھے۔ مجھ سے بھی ایسا سوال کیا کرتے تھے میں نے ایک دفعہ حضرت صاحب کا ایک کشف سنایا کہ

کشف

عالم کشف میں میں نے دیکھا کہ ایک نورانی ستون ہے جو زمین سے آسمان تک چلا گیا ہے۔ اس میں سے ایک ہاتھ نکلا اس میں ایک دودھ کا پیالہ ہے۔ پھر مجھے آواز آئی کہ اسے پی لے تیری اُمت ہلاک نہیں ہوگی

(کچھ اسی قسم کے الفاظ تھے آخری فقرے پورے طور سے یاد نہیں رہے)

اس کشف کو سنکر بہت ہی خوش ہوئے۔

(۹)

نیلامی میں کوٹ خرید لیا

ایک دفعہ حضرت منشی اروڑے خاں صاحب نے نیلامی میں سے وردی کا ایک پرانا کوٹ خرید لیا۔ حضرت منشی محمد خان صاحب کو یہ دیکھ کر بہت تکلیف ہوئی اور ناراض ہو کر فرمایا آپ یہ کیا کرتے ہیں یہ سن کر منشی اروڑے خان صاحب فرمانے لگے:۔

”مجھے زندگی گذارنی ہے۔ اس کوٹ سے جاڑا بخوبی گزر جائے گا۔ بعد کو کسی غریب کو دے دوں گا۔ مجھے کیا ضرورت ہے تکلفات کے کوٹ بناؤں“

اس سے آپ کی زندگی اور دنیا کی آرائش و زیبائش سے سرد مہری کا پتہ چلتا ہے۔ ان کا دل ہر وقت یہی چاہتا تھا کہ جو کچھ جمع ہو لا کر حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت ام المومنین کے قدموں پر نچھاور کر دیں اور اس غرض کے لئے وہ ہر ممکن طریق سے اخراجات میں کفایت کر لیا کرتے تھے

۱۰

۱۰۰ سو روپیہ انعام

ایک دفعہ حضرت منشی صاحب کو ایک سو روپیہ انعام ملا۔ اُن کا ایک بھائی درزی کا کام کرتا تھا۔ اسے بلا کر فرمانے لگے کہ ایک روپے میں دو کرتے بنا دو اس نے کہا کہ منشی جی یہ تو مشکل ہے۔ فرمایا کہ میں تو ایک روپے سے زیادہ خرچ نہیں کر سکتا۔ تب اس نے کہا کہ اچھا میں کوشش کروں گا۔

باقی ننانوے روپے حضرت اقدس کی خدمت میں بھیج دیئے۔

۱۱

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو منشی اروڑے خاں سے محبت

حضور علیہ السلام کو بھی منشی اروڑے خان صاحب سے بڑی محبت تھی۔ جب حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا نکاح ہوا۔ اسدن منشی صاحب کپورتھلہ سے آئے ہوئے تھے۔ منبر کے متعلق بعض احباب کی رائے تھی۔ کہ منبر دروازے کے در میں رکھا جائے۔ بعض کا خیال تھا مسجد اقصیٰ کے صحن میں رکھا جائے۔ آخر مسجد کے صحن میں رکھا گیا۔ منشی صاحب بھی منبر کے پاس بیٹھے تھے۔ ابھی حضور سے ملے نہیں تھے۔ حضورؑ نے منبر پر چڑھتے وقت منشی صاحب کو دیکھ لیا۔ فرمانے لگے:۔

”اچھا منشی صاحب آپ آگئے! آؤ مصافحہ تو کر لیں“ اور صرف اسوقت منشی صاحب سے ہی مصافحہ کیا۔ اس سے اس خاص محبت کا پتہ چلتا ہے۔ جو حضور کو منشی صاحب سے تھی۔

۱۲

حضورؑ نے کھانا بٹالہ بھجوا دیا

ایک اور واقعہ جو حضورؑ کا اپنے خدام سے محبت کا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایکدفعہ حضرت منشی اروڑے خان صاحب اور حضرت منشی محمد خان صاحب اور خاکسار عزیز الرحمان قادیان حاضر ہوئے جب واپس جانے لگے تو حضور سے اجازت چاہی تو حضور نے فرمایا کہ کھانا پک رہا ہے کھا کر جانا۔ ساتھ ہی حضور ہم کو اندر لے گئے اور کھانا پکتا ہوا دکھایا۔ وہاں سے ہم مہمان خانہ آگئے۔ جہاں ہمارے لئے لنگر خانہ سے کھانا آگیا۔ ہم نے وہ کھانا کھا لیا۔ چونکہ ہم نے اجازت تو لے ہی لی ہوئی تھی۔ اسلئے ہم کھانا کھا کر چل پڑے۔ بٹالہ پہنچکر جب ہم نے ٹکٹ خرید لئے اور ریل میں بھی بیٹھ گئے۔ تو ہم نے دیکھا کہ ایک شخص ایک یکہ کو بڑی تیزی سے دوڑائے ہوئے آرہا ہے۔ چنانچہ وہ آدمی آیا۔ اور ہم سے کہنے لگا کہ تم کو کہا تھا کہ کھانا کھا کر جانا۔ تم ویسے ہی چلے آئے یہ کھانا حضرت اقدس نے بھجوایا ہے۔

چنانچہ ہم نے اس سے وہ کھانا جس میں پلاؤ وغیرہ شامل تھا لے کر رکھ لیا۔

۱۳ معجزہ کی تعریف

ایک دفعہ منشی محمد اروڑے خان صاحب نے کرتار پور کے اسٹیشن پر حضرت اقدس سے پوچھا کہ حضور معجزہ کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:- منشی جی!

معجزہ کی ایسی مثال ہو کہ گرمی شدید پڑ رہی ہو۔ ایک پیر کے مرید ہوں۔ وہ مرید اپنے پیر سے کہیں کہ دعا کرو کہ ٹھنڈی ہوا چل جائے۔ وہ دعا کرے۔ اور پھر اس کے بعد ٹھنڈی ہوا ابھی چل پڑے اس سے مریدوں کا تو ایمان بڑھتا ہے کہ ہمارے پیر نے دعا کی اور ٹھنڈی ہوا چل گئی۔ مگر مخالف اس پر اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہوا کا کام تو چلنا ہی ہے کیا معجزہ ہے۔ معجزہ کی مثال ایسی ہی ہے"

(۱۴) آخرت کا مکان

ایک دفعہ حضرت منشی اروڑے خان صاحب کے مکان کی دیوار گرنے لگی۔ تو میں نے عرض کیا کہ منشی جی جلدی دیوار بنا لو۔ نہیں تو گرگئی۔ آپ فرمانے لگے کہ گرتی ہے تو گر لے دو میرا مکان وہاں تیار ہو رہا ہے۔

جو لوگ چار چار روپے کے کھپا رہے ہیں ان کے مکان بھی دو دو تین تین منزل کے بنتے ہیں۔ میرا مکان تو وہاں تیار ہو رہا ہے مجھے ضرورت نہیں۔

(۱۵) دوائی سے نفرت

آپ ہجرت کر کے قادیان آگئے تو آپ کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد اس دنیا سے نفرت کرنے لگ گئے تھے۔ اور جب کبھی بیمار ہوتے۔ تو دوائی نہیں پیتے تھے اور فرماتے تھے۔

مجھے مرنے دو

موت کے نام سے ان کو ایک قسم کی خوشی محسوس ہوتی۔ کیونکہ ان کو یقین تھا کہ موت کے بعد ہی اپنے محبوب سے مل سکیں گے۔

۱۶ حضرت مسیح موعودؑ کے قریب دفن ہونے کی خواہش

اپنی وفات سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ جہاں مجھے دفن کرنا ہے۔ وہ جگہ مجھے دکھا دو۔ مجھے لوگوں پر اعتبار نہیں خدا جانے کہاں دفن کردیں۔ حضور نے فرمایا منشی صاحب آپ تسلی رکھیں کبھی ایسا نہیں ہوگا۔ حضرت صاحب کے اس فرمانے سے آپ بہت خوش ہوئے۔

فاروق کا خطبات نمبر

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے جو تین خطبے متواتر تین جمعوں میں احرار و گورنمنٹ کے متعلق تمام احمدی افراد کو مخاطب کر کے فرمائے ہیں ان کو ایک جگہ فاروق نے شائع کر دیا ہے۔ تاکہ ہر احمدی دوست کو ان سب سے واقفیت ہو جائے۔ ساتھ ہی احرار کے جلسہ کے صدر عطاء اللہ بخاری اور ظفر علی وغیرہ کی وہ اشتعال انگیز تقریریں بھی نقل کر دی ہیں جو انھوں نے احرار کے جلسہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف بیان کی ہیں یہ مجموعہ پانسو کی تعداد میں باقی رہا ہے۔ ہر ایک احمدی بحساب چار آنے فی پرچے کے حساب سے جس قدر پرچے چاہیں پتہ ذیل سے منگوالیں اور ہر ایک احمدی اس کو پڑھ لے۔

مینجر فاروق قادیان ضلع گورداسپور

وصایا

Hamidullah Khan Ahmadi

نمبر ۴۲۰۱ مسماۃ منتہی بیگم زوجہ شمس الدین قوم افغان صاحبزادہ۔ عمر تقریباً ستائیس ۲۷ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۹ء ساکن موضع کوٹھ ڈاکخانہ خاص تحصیل صوابی ضلع پشاور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۳۴ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ حق مہر مبلغ الحمزار روپیہ جس میں سے ایک سو پچاس روپیہ ابھی میرے خاوند کے ذمہ بقایا ہے۔ اس کے علاوہ مبلغ سات سو روپیہ بصورت زیور نقد میرا اپنا ہے۔ اس کل رقم ۱۷۰۰ روپیہ کا ۱/۱۰ حصہ کی وصیت جو ۱۷۰ روپے ہوتے ہیں خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل یا ادا کر کے رسید حاصل کروں تو اسی قدر رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائیگی۔ میں یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں کہ جو موجودہ جائیداد کے علاوہ جو بوقت مرنے کے ثابت ہو اس کی بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط المرقوم ۱۷ اگست ۱۹۳۴ء

العبد منتہی بیگم بقلم خود

گواہ شد:- کاتب وصیت شمس الدین احمدی خاوند موصیہ پولیٹیکل کلرک لنڈی کوتل

گواہ شد یوسف علی آفیسر زمقی پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ لنڈی کوتل بقلم خود

نمبر ۴۱۸۲ مسماۃ ظہور النساء بیگم زوجہ مستری قادر بخش شیخ صدیقی ساکن قادیان عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت یاد نہیں قریباً ۲۱ سال ہوئے بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۵/۳۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:-

میری جائداد از قسم زیور و مہر قیمتی پانصد روپیہ کا ہے اس جائداد کا ۱/۱۰ حصہ بنام صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ جس قدر قیمت اس جائداد کی اپنی زندگی میں داخل کروں وہ منہا تصور ہوگی۔ میرے مرنے پر کوئی اور جائیداد پیدا یا ثابت ہوگی تو اس کے بھی اسیقدر حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔

العبد ظہور النساء بیگم صاحبہ نشان انگوٹھا

گواہ شد:- محمد اسمٰعیل صدیقی قادیان

گواہ شد:- فضل حسین مینجر بک ڈپو قادیان ۳۰/۶/۳۴

نمبر ۳۹۷۲ مسماۃ امیر بیگم زوجہ ولی محمد قوم سید پیشہ تجارت عمر ۳۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۸ء ساکن طود۔ ڈاکخانہ خاص تحصیل و ضلع لدھیانہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۹/۲/۳۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اسوقت حق مہر اور زیور دراثت مالیتی یک صد روپیہ کی جائیداد ہے۔ لہذا میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں اگر میں کوئی رقم حصہ جائیداد کی جو اوپر لکھی گئی ہے اپنی زندگی میں داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے کرونگی تو اس کی رسید لونگی۔ اور وہ رقم اصل مذکورہ وصیت کردہ رقم سے منہا تصور ہوگی۔ میرے مرنے کے وقت جو بھی جائداد متروکہ ہو۔ اس کے سوا ثابت ہوگی تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط

العبد امیر بیگم اہلیہ ولی محمد نشان انگوٹھہ

گواہ شد سید محمد علی شاہ انسپکٹر بیت المال

گواہ شد:- ولی محمد خان موصیہ نشان انگوٹھہ

گواہ شد:- امام شاہ بقلم خود

نمبر ۳۹۵۲ مسماۃ عظیم بی بی زوجہ پیر محمد قوم ارائیں عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۲ء ساکن ننگل باغباناں ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۷/۵/۳۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری وفات پر جو میرا متروکہ ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد وصیت کی مد میں داخل کروں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد حصہ وصیت کردہ سے منہا کی جائیگی۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے

مہر مبلغ ۱۰۰/- روپیہ

العبد عظیم بی بی موصیہ نشان انگوٹھا

گواہ شد:- پیر محمد خاوند موصیہ [illegible]

گواہ شد:- برکت علی احمدی [illegible]

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع ہوا)